

سیکولر ازم

اصول و مبادی، تاریخ و تنقید

غزل کاشمیری اُستاد شعبہ علوم اسلامیہ - اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

(۲)

سیکولر ازم کے مبادی | سیکولر ازم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسانی ترقی کے لیے صرف دنیاوی وسائل پر بھروسہ کیا جائے، کیونکہ دنیاوی وسائل ہماری دسترس میں ہونے کی بنا پر سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، پھر یہ وسائل ہمارے مطلوبہ مقاصد کے حصول میں زیادہ آزادی کے ساتھ کارآمد ہو سکتے ہیں، سیکولر ازم ایسے دور میں پروان چڑھا جب سائنس اور مذہب میں علیحدگی کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا، اس مطالبہ کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی خاطر سیکولر حقائق کے آزاد اور بغیر جانب دار ہونے کا اعلان کیا گیا۔ سیکولر ازم کی بنیاد موجودہ زندگی کے تجربہ پر رکھی گئی ہے، اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسے عقل کے ذریعے آزما کر تجربے میں لایا جاسکتا ہے۔ یہ محسوس کرتا ہے کہ جس طرح ریاضیات اور کیمیا، سیکولر علوم ہیں اسی طرح ایک فلاحی زندگی اور انسانی طریقہ عمل کے بارے میں سیکولر نظریہ قائم کرنا ممکن ہے اور انہی خطوط پر سائنسی تعلیمات کو شعوری ہدایات میں سمویا جاسکتا ہے۔

اسی طرح سیکولر ازم کے مذہب کے ساتھ تعلقات کو معاندانہ کی بجائے منفرد بیان کیا گیا۔ دنیا آن دیکھی دنیا کی تعبیر کو تسلیم کرتی ہے، سیکولر ازم آن دیکھی دنیا اور اس کی تعبیر سے لا تعلق ہے۔ وہ اس جانی پہچانی دنیا سے تعلق رکھتا ہے جس کی تجربہ سے تعبیر کی گئی ہے، یہ کسی آخروی زندگی کی کوئی پیش کش کرتا ہے اور نہ ہی اس سے منع کرتا ہے۔ توحید یا الحاد سیکولر سکیم کا جزو نہیں ہیں

کیونکہ دونوں کسی تجربہ سے ثابت نہیں ہیں۔ جہاں تک دینیات کی اخلاقی تعلیمات کا تعلق ہے، وہ اس کے ساتھ اشتراک رکھتا ہے، لیکن وہ ان عقاید کی بنیاد ایسی تجویز کرتا ہے، جو دینی عقائد سے آزاد ہے، سیکولرازم انہی لوگوں کے لیے باعث کشش ہے، جو مختلف اسباب کی بنا پر دینیات سے غیر مطمئن ہو چکے ہوں۔ سیکولرازم یہ تجویز کرتا ہے کہ مکمل اخلاقیات صرف سیکولر سوچ کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے، جس طرح کہ وہ مسالہ جو کسی مکان میں مستعمل ہوتا ہے اس مہندس کے بغیر بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، جس تے خود اس مکان کو بنوایا ہو۔ سیکولرازم اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس دنیا کے علاوہ کہیں اور "روحانی نہیں ہے اگر ہے تو وہ انسانی مقاصد کے حصول میں مدد و معاون ثابت نہیں ہو سکتی۔ دینی عقیدہ جب تک انسانی مسرت کے سامنے عملی رکاوٹ بن کر کھڑا نہیں ہو جاتا۔ سیکولرازم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے، چاہے جیسے چاہے مرے۔ لیکن تاہم یعنی لحاظ سے سیکولرازم ہمیشہ الحاد کے ساتھ منسلک رہا ہے اگرچہ ہولی اوک نے ہمیشہ ان دونوں کے مابین امتیاز پر زور دیا ہے۔ اُس نے سیکولر اصولوں پر بریڈ لاف کے ساتھ ہنسی خوشی اتحاد کر لیا، اسی طرح وہ ہر اس شخص کی طرف دستِ تعاون بڑھانے کو تیار تھا جو سیکولر ذرائع کے ساتھ انسانیت کی باہمی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا چاہتا تھا، وہ توحید اور الحاد دونوں کو ایک قسم کی حد سے بڑھی ہوئی عقیدہ پرستی خیال کرتا تھا، اس کے برخلاف بریڈ لاف کا یہ خیال تھا کہ سیکولرازم کا فرض ہے کہ وہ مذہبی اعتقاد کا مقابلہ کرے، جب تک یہ توہمات اپنی پوری قوت کے ساتھ ظاہر ہوتے رہیں گے۔ مادی ترقی کا تصور محال ہے۔" سیکولرازم دعویٰ کرتا ہے کہ استدلال کے قوانین عقل اور فہم کے ذریعے اُس کے اصولوں کی نمونیت و تہذیب کر کے انہیں تمام انسانیت پر مساوی انداز میں لاگو کیا جاسکتا ہے، وہ کہتا ہے "اخلاق کی بنیاد استدلال پر ہے، غلطی علم میں ہوتی ہے نہ کہ ارادہ میں۔"

ہولی اوک کے نزدیک ایسے مادی حالات پیدا کرنا ممکن ہے جن کی وجہ سے افلاس اور محرومی کی جڑ اکھاڑی جاسکتی ہے۔ افادیت پسندوں کی طرح وہ بھی اس بات کا قائل تھا کہ یہ حقیقت بذاتِ خود روز بروز روشن کی طرح آشکارا ہے کہ "اخلاق ہی ایک ایسا عمل ہے جو انسانیت کی

مشترکہ فلاح و بہبود کو قائم کر سکتا ہے " اُس کے نزدیک جس طرح سائنس انسانی صحت کے اصول بتا سکتی ہے۔ اسی طرح انسانی خوشحالی کے اصول بھی بتا سکتی ہے۔ انسانی خوشحالی کے حصول کے لیے ہمیں استدلال سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ لیکن استدلال کو بروئے کار لاتے ہوئے وقت ہمیں ذاتی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ استدلال میں ذاتی ارادہ شامل کر کے ہم نہ یقین حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی نظم و ضبط حاصل کر سکتے ہیں۔ صحیح یقین اور تنظیم کا دفاع صرف غیر جانبدار عقل ہی کر سکتی ہے، لہذا عقل کو آزاد رکھنا ضروری ہے۔ علم الاخلاق اور مذہب پر تحقیقات سائنسی تحقیقات کی طرح آزادی سے ہونی چاہیے، کسی بھی تحقیق، تنقید اور اشاعت پر قانونی یا دوعانی سزا نہیں ہونی چاہیے، زندگی کا یہ عملی نظر پیش کر کے سیکولرازم ایک ایسا مقصد پورا کرتا ہے جو بقول اُس کے مذہب ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ حق کو سند مانتا ہے نہ کہ سند کو حق۔ وہ افادہ تقویٰ کو تقوائے افادہ پر ترجیح دیتا ہے۔

IT TAPES TRUTH FOR AUTHORITY, NOT AUTHORITY

FOR TRUTH, AND SUBSTITUTES - THE PIETY OF USEFULNESS

FOR THE USEFULNESS OF PIETY.

جو بھی انسانیت کے لیے احسن ہوگا، وہ اس عقل کے ذریعے ملے ہوگا جسے تجربہ کی بھٹی سے نکالا گیا ہوگا، اور "خلاق انسانیت" یقیناً اس پر صاد کرے گا، یہ جدید تقویٰ خود اپنے بل بوتے پر اپنا اظہار کرے گا، اور "فانائے کل" متکون التجاؤں سے وق نہیں ہوگا۔ ہم عملی طور پر عمومی قوانین کے تابع ہیں۔ اور انسان کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ان قوانین کا کھوج لگائے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرے۔

سیکولرازم کی ترقی کی فضا

انیسویں صدی کے وسط میں سیکولرازم کے اثرات زیادہ

واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب عیسائیت دشمن رد عمل سیکولرازم اور اس کے اتحادی نظریات کی یادگار تحریک تھی، مگر بعد میں یہ نیزی کے ساتھ زوال پذیر ہونے لگا اور منظم عقلیت پسندی میں ضم ہو کر اپنے آزاد وجود سے محروم ہو گیا، آج کل عقلیت پسندی ہی سیکولرازم کی جدید تراشکال پیش کر رہی ہے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیکولرازم کا سنہرا دور وہی

تھا جب وہ اپنے ہمدردوں کے مذہب دشمن پراپیگنڈہ کے ساتھ کلی طور پر متنق ہو گیا تھا۔ مثلاً بریڈلاف سیکولر تحریک میں شامل ہو گیا حالانکہ ہولی اوک سیکولرازم میں "دہریت" کو شامل نہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا تھا، مگر رفتہ رفتہ سیکولرازم میں "دہریت" کے مباحث ختم ہو گئے، اس میں قدیم رنجشیں دور ہو گئیں۔ سائنس اور مذہب کی علیحدگی کا ایک معتدلانہ نظریہ غالب آ گیا لیکن ابھی اشیاء کے ساتھ سیکولرازم کی اصل خصوصیت ختم ہو گئی اور اسے منظم تحریک کی شکل میں زندہ رکھنا محال ہو گیا، کیا اب یہ اپنی روح اور اصولوں کے ساتھ اپنا احیا کر سکے گا؟ اس میں بہت کچھ شک و شبہ کی گنجائش ہے۔

سیکولرازم مادی کرہ میں عالم انسانی اور مفاد انسانی کی محدودیت کا قائل ہے۔ یہ نظریہ اگرچہ ممکن ہے اور عملی طور پر یقیناً بنی برحق ہے لیکن نظریاتی نقطہ نظر سے اسے حق ثابت کرنا نہایت مشکل ہے اور سیکولرازم یہی ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کرتا ہے۔ عملی لحاظ سے دیکھا جائے تو ایسے لاکھوں لوگ ملیں گے جن کے مفادات اور تعلقات زندگی کے مادی پہلوؤں سے وابستہ ہوتے ہیں اور یہی رویہ دنیا میں قابل عمل بھی ہے، کیونکہ لوگوں کی اکثریت زندگی اور عمل کے بارے میں کوئی شعوری نظریہ نہیں رکھتی، اور نہ ہی انہیں کسی نظریہ کی ضرورت ہے، گویا نظریہ کے عام وجود سے عملی سیکولرازم جاری و ساری ہے، سیکولرازم کی کمزوری اس بات میں پوشیدہ ہے کہ وہ انسانیت کو اسی قسم کے غیر ضروری اور نامکمل دلائل مہیا کرتا ہے جن کو چاہے بغیر وہ سیکولرازم کے مقاصد پورے کر رہی ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے "فطری حقیقت پسندی کے سادہ انسان" کو فلسفیانہ بنیادیں مہیا کرنے کی کوشش کی جائے۔ حالانکہ یہ سادہ انسان خارجی حقیقت کے وجود کے لیے جو اس کی شہادت کو ہی ناقابل تردید ثبوت قرار دیتا ہے۔ یہ خارجی حقیقت ویسی ہی ہے جیسی ہمارے سامنے موجود ہے۔ عملی لحاظ سے اس کے لیے فلسفیانہ بنیاد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی نظریاتی لحاظ سے یہ بنیاد دی جا سکتی ہے، کیونکہ فلسفہ گام اولین پر ہی سادہ انسان کے مفروضات کو غیر تسلی بخش قرار دیتا ہے۔ یہی حال سیکولرازم کا ہے، بے شمار لوگ عملی لحاظ سے سیکولر ہیں۔ لیکن زندگی یا عمل کے بارے میں ہر نظریہ بحث طلب ہوتا ہے اور سیکولرازم ان کو نظر انداز کر دیتا ہے، اگرچہ ہولی اوک نے دعویٰ کیا تھا کہ

سیکولر ازم زندگی اور عمل کا نظریہ ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ "لا ادریت" کی طرح — جس کا یہ پرجوش اتحادی ہے — ان میں سے ایک کا انکار کرتا ہے۔ چونکہ یہ عمل کو غیر ضروری قرار دیتا ہے لہذا ناکام ہو گیا، کیونکہ اس کے پاس اب مقاصد کو حاصل کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی عملی لحاظ سے کوئی فرد اپنے مفادات کو "نظریہ محدودیت" کے بغیر ہی دد کر سکتا ہے اور "نظریہ منفیت" کے بغیر ان کی نفی کر سکتا ہے، تاہم جب ہم اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں "ہمیں اپنا علم محدود کیوں رکھنا چاہیے؟ تو ہم پر قبول یا رد کا روتہ اختیار کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ ہم ان میں سے کسی ایک کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جب کہ برخلاف اس کے مذہب ایک ایسا علم بھی فراہم کرتا ہے جو مادی تعلقات سے ماوراء ہے۔ اس معاملہ میں بریڈ لاف ہولی اوک سے زیادہ استقامت کا ثبوت دیتا ہے، اس حقیقت کو مزید تقویت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ سیکولر ازم اس وقت بہت جاندار بن جاتا ہے جب اسے مذہب دشمن نظریات کے ساتھ منسلک کیا جائے، مذہب سے انکار کی بجائے اس سے چشم پوشی کرنا ناقابل عمل ہے، کیونکہ مذہب دنیاوی اور روحانی دونوں تعلقات کو باہم دیکھ ملا کر پیش کرتا ہے۔ مذہب زندگی کے سیکولر نظریے کا انکار کرتا ہے۔ سیکولر نظریہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مذہب کے اس دعوے کا توڑ پیش نہ کرے کہ وہ زندگی کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ ایک محال مفروضہ ہے کہ خدا تو ہے لیکن مادی دنیا سے لاتعلقی ہے، جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہے، وہ اس پر تمام حقائق سے "اعلیٰ حقیقت" کے طور پر یقین رکھتا ہے۔ البتہ اتنا ضرور سچ ہے کہ عملی زندگی میں ایک موٹو اپنے اعمال میں خدائی احکامات کو نافذ نہ کرنے کے قابل ذکر حد تک اپنے غیر مستقیم ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ لیکن اس طرز عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ایک نسلی بخش نظریہ ترتیب دینا نہایت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیکولر ازم اگر مکمل طور پر مذہب دشمن نظریہ نہیں اپناتا تو ناکامی اس کا مقدر رہے گی، فلسفیانہ لحاظ سے سیکولر ازم — جیسا کہ ہولی اوک نے پیش کیا ہے — کی کمزوری اس حقیقت میں نہیں ہے کہ وہ "حقائق" اور "اقدار" میں فرق قائم کرنے میں نااہل ثابت ہوا ہے۔ یہی ناکامی مذہب پرستی کی طرف بھی منسوب کی جاسکتی ہے،

جب گرانیسویں صدی میں اُس نے اپنے دعاوی کو سائنس رنگ میں پیش کرنا چاہا۔

سیکولر ازم کے داعیوں کے نزدیک حقائق تجربہ کی تجرید ہیں، اسے سائنس بھی تسلیم کرتی ہے، حقائق کو عقلی علم کے معاملات بھی کہا جاتا ہے، مگر اقدار کی اہمیت و ابدیت صرف عقیدہ کے عمل سے پیدا ہوتی ہے، سیکولر ازم ریاضیات اور کیمیا پر قیاس کر کے حقائق کا اخلاقی نظام تعمیر کرنا چاہتا ہے، وہ صرف علم سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ عقیدہ سے اس طرح ایک بنیادی فرق سے اپنی کم عقلی کا ثبوت دیتا ہے، وہ حق کے معیار کے ساتھ تقابلی اقدار کے مابین فیصلہ کرتا ہے، وہ "سچائی" (TRUTH) اور "عقل" (REASON) کے بارے میں گفتگو کرتا ہے۔ لیکن ان اصطلاحات کے حقائق کے ساتھ تعلقات کو سمجھے بغیر اظہار خیال کرتا ہے، گویا یہ اصطلاحات اقدار کے وجود کا بذات خود ثبوت حیا کرتی ہیں اور تقابلی اقدار کے مابین امتیاز کو واضح اندازہ میں بیان کرتی ہیں، اس کے برخلاف افادیت پسندی جو فلسفیانہ نظریہ ہے اور جس نے سیکولر ازم کو قوت محرکہ عطا کی ہے۔ ابھی تک غالب تھا اس کے نزدیک سیکولر اخلاقیات پر عمل کرنا ممکن تھا، لیکن جب افادیت پسندی کو بھی زوال آگیا، جس پر سیکولر ازم کی فلسفیانہ بنیاد تھی تو لازمی طور پر سیکولر ازم کے فلسفیانہ مقدمات بھی ناکام ہو گئے۔ انہی اسباب کی بنا پر سیکولر ازم زندگی اور عمل کے نظریہ کی حیثیت سے باقی نہ رہا۔ اور یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ اپنے وقت کے حالات کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے، اس کے اخلاقی مقاصد قابل تحسین ہیں۔ مگر یہ بھی کسی موزوں بنیاد سے محروم ہیں، جس پر قائم ہو کر یہ انسانی افکار کا ایک ابدی خاکہ پیش کر سکے، غالباً یہی وجہ ہے کہ فلسفہ کی کسی بھی کتاب میں سیکولر ازم کا ذکر نہیں ملتا، اسے باقاعدہ عنوان کے تحت کسی بھی کتاب نے جگہ نہیں دی، کیونکہ یہ حیات کی آئیڈیالوجی بن ہی نہیں سکتا، مثلاً حال ہی میں تاریخ فلسفہ پر ایک ضخیم کتاب چھپی ہے جسے فریڈرک کیپلیٹن نے لکھا ہے، اس میں ہر قسم کے فلسفیانہ نظریات کا ذکر ہے مگر سیکولر ازم کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، برٹریٹنڈرسل کی "مغربی فلسفہ کی تاریخ" بھی اس

1- A HISTORY OF PHILOSOPHY, "FREDERICK COMPLESTON.

SEARCH PRESS LONDON 7TH IMPRESSION 1976

P.T.O.

کے ذکر سے خالی ہے، "فلسفہ کا انسائیکلو پیڈیا" میں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مادیت کے مرکز ماسکونے "فلسفہ کی ڈکشنری" شائع کی ہے، اس میں بھی یہ لفظ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔

غیر مذہبی نظام (LAICISM) فرانس میں سیکولر ازم کی جگہ (LAICISM) کی اصطلاح منظر عام پر آئی۔ یہ وہ دور تھا جب کہ تیسری جمہوریہ کے ماتحت حقیقی اقدار کے لیے چرچ اور ریاست میں کشمکش جاری تھی۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں اس اصطلاح نے چرچ اور ریاست کے مسائل کو سلجھانے کی طرف زیادہ توجہ دی۔

لیس ازم کی روحانی جڑیں نشاۃ ثانیہ، "انسانیت پرستی" اور سب سے بڑھ کر "رؤشن خیالی" تک جاتی ہیں، یہی وہ دور تھا جب کہ دنیا کی خود مختار اور جلی قدر کو زندگی کے ہر شعبہ میں تسلیم کیا جانے لگا تھا، مثلاً ریاست، معاشرہ، قانون، معاشیات، ثقافت اور تعلیم میں یہ تحریک تہمتاتی اور خیالی حاکمیت یا کلیسائی ولایت سے نجات حاصل کرنے کے لیے چلائی گئی تھی، اس دور میں فرد کو اپنی پسند کا مذہب اور پیشہ اختیار کرنے کی آزادی ملانی گئی، مگر یہ حق صرف افراد تک محدود تھا، مذہبی تنظیموں میں ابھی تک اس کا پرچار کارگر ثابت نہ ہو سکا، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ مذہبی کمیونوں کو نجی حقوق کی بنیاد پر ایک علیحدہ تنظیم قرار سے دیا گیا، اور انہیں عوام کا نمائندہ بننے یا عوام کی زندگی پر اثر انداز ہونے کے حق سے محروم کر دیا گیا۔

مذہب سے نجات حاصل کرنے کے عمل کو جب دستوری قانون بنا یا گیا تو اس کا فوری نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست اور مذہب میں علیحدگی وجود میں آنے لگی اور اس کی تکمیل بھی ۹ ستمبر ۱۹۰۵ء کو

باقی حاشیہ صفحہ سابقہ

2— "HISTORY OF WESTERN PHILOSOPHY" BERTRAND RUSSELL,
UNWIN UNIVERSITY BOOKS, 7TH IMPRESSION 1974

حاشیہ صفحہ ۲۱

1— "THE ENCYCLOPEDIA OF PHILOSOPHY" PAUL EDWARD
EDITOR IN CHIEF THE MACMILLAN COMPANY & THE FREE
PRESS NEW YORK

کو تیسری جمہوریہ کی قانون سازی میں ہو گئی۔ ۱۸۰۱ء کا پوپ کے ساتھ معاہدہ منسوخ کر دیا گیا، ۱۹۰۳ء میں عدالت پوپ (HOLY-SEE) سے بدترانہ تعلقات توڑ ڈالے گئے، پبلک فنڈز سے چرچ کی امداد بند کر دی گئی، چرچ کی تمام عمارات ریاست کی ملکیت قرار دے دی گئیں، البتہ پرستش سکھانے کے باضابطہ سرکاری اور سند یافتہ گروہوں کو اور اُن کی بیرونی تنظیموں کو یہ عمارات مفت استعمال کرنے کی اجازت حاصل تھی، ان سرکاری مذہبی اداروں کے مالی انتظامات کی نگرانی بھی ریاست کرنے لگی۔ تیسری جمہوریہ کا تعلیمی نظام ایک قسم کا ریاستی مذہب منہا، جیسے سرکاری الحاد "کہا گیا۔ ۱۸۹۳ء تا ۱۹۰۵ء کے انقلاب کی "محبت خدا و بشر" (THEOPHILANTHROPISM) کو مذہب کا نعم البدل قرار دیا گیا۔ یہ قدم اس وقت اٹھا یا گیا جب ۱۸۸۲ء میں ریاستی سکولوں سے مذہبی نصاب ختم کر دیا گیا، اس کی جگہ ریاستی خطوط پر ترتیب دی گئی اخلاقی تعلیمات رکھی گئیں۔ ابتدا میں خدا کے اعتقاد کو اخلاقی تعلیمات کے اولین سرچشمہ کے طور پر باقی رہنے دیا گیا، لیکن ۱۸۹۶ء میں معروض وجود میں آنے والی (LIGUE DE L'ENSEIGNEMENT) نے مطالبہ کر دیا کہ اخلاقیات کو تمام خدائی ہدایات سے پاک کر دیا جائے، اس طرح ریاستی چرچ نے بھی مذہب کے خلاف علی بغاوت بلند کر دیا، اور یہ نظریہ عالم گیر شہرت حاصل کر گیا، چونکہ مذہبی احکامات آزاد سکولوں کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ لہذا قانون سازی کو سب سے زیادہ ان کے خلاف موڑا گیا، ۱۸۸۰ء میں یسوعی مکتب فکر پر پابندی عاید کر دی گئی۔ دوسرے کلیسائی فرقوں کو حکم دیا گیا کہ وہ سرکاری سند حاصل کرنے کے لیے ریاست کو درخواستیں دیں۔ ۱۹۰۱ء کے قانون کے مطابق ہر مذہبی مقام اور جدید عمارتوں کے لیے ریاست کی طرف سے لائسنس حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ ۱۹۰۳ء میں بلا استثنا تمام مذہبی مقامات کو ہر قسم کی تبلیغی سرگرمیوں سے منع کر دیا گیا۔ فرانس کی طرح یہ خاص مسئلہ یورپ کے دوسرے حصوں میں بھی درپیش تھا۔ کہ آیا سکولوں اور تعلیم کو سیکولر ریاست کے تحت رکھا جائے یا کلیسائی فرانس کے تحت؟ جب ریاست نے مذہب سے نکل کر خلاصی کی سخت گیر پالیسی اختیار کی تو اس کے خلاف کیتھولکوں کی طرف سے بھی سخت دفاعی جدوجہد کا آغاز ہو گیا، مگر وہ ریاست کے سیکولر (CREDO) کو سننے اور دیکھنے کے سوا کچھ نہ کر سکتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ جمہوری ریاست اس حکم کو نافذ کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ فرانسیسی کیتھولکوں کی اکثریت

اپنی سیادت کی بقا کی مہم میں امیدوں پر زندہ تھی۔ کیونکہ یہی کیتھولک چرچ کے خارجی بقا کی واحد ضمانت تھی، کیتھولکوں کا یہ عملی قدم محض خود حفاظتی کا ایک ذریعہ تھا، اس پر ریاست زیادہ سخت مزاج ہوتی گئی۔ فرانسیسی کیتھولکوں کی اکثریت کو دوسری جنگ عظیم کی احتمال پھٹل کے بعد گوشہ گنہامی سے نجات ملی، وہ اپنی مذہبی سیادت کو دوبارہ حاصل کرنے کی سعی کرنے لگے۔ اگرچہ پوپ کے اعلانات محض دفاعی انداز کے حامل تھے۔ انہوں نے اپنے اطوار میں راہ اعتدال اختیار کرنے کی پالیسی اپناتی شروع کر دی، کارڈی نال لاوی جیری نے مصالحتانہ تنبیہات کرنی شروع کر دیں۔

۱۹۶۶ء میں پاپس دہم (PIUS X) نے اپنے خطبوں میں چرچ کے معقول اور جائز طریق کار میں دخل اندازی کی مذمت کی، اس نے چرچ اور ریاست کی علیحدگی کو بھی مسترد کیا۔ ۱۹۶۵ء میں پاپس یازدہم (PIUS XI) نے اپنے پمفلٹ میں (LAICISM) کو چرچ کے ذخیرہ الفاظ میں شامل کر لیا۔

جہاں تک چرچ کا تعلق ہے، اس کی راہبانہ ہوشیاری برقرار رہی اور ریاست کے ساتھ جدید تعلقات کی وجہ سے اس میں مزید پختگی آگئی، جہاں تک ریاست کا تعلق ہے تو وہ چرچ سے علیحدگی کے قوانین بڑی بردباری اور نرمی کے ساتھ نافذ کر رہی تھی، بہر حال چرچ اور سٹیٹ کے باہمی خلیج کو ایک معاہدہ کے ذریعے پاٹ دیا گیا، ۱۹۶۱ء میں عدالت پوپ (HOLY SEE) کے دبرانہ تعلقات کو بحال کر دیا گیا۔ جب ۱۹۵۴ء میں عہدہ اسقف کا فرانسیسی اعلان ہوا تو چرچ نے یہ پالیسی اختیار کی کہ باہمی تبادلہ خیالات کے لیے دروازہ کھلا رکھا جائے۔ چنانچہ ۱۹۵۸ء میں (LAICISM) کے مفہوم کو واضح کر دیا گیا کہ "ریاست اور عوامی اداروں کا وہ قانونی حق اور اقتدار اعلیٰ جسے عوام کی فلاح و بہبود کی خاطر ریاست استعمال کرے گی، اس کی بنا پر پبلک لا کے تحت مذہبی تنظیموں کے وجود اور شہریوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دی جائے گی" جہاں تک سکولوں اور تعلیم کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں کیمبرلے (CAMBRAI) کے آرچ بشپ ای۔ ایم گوری (E-M-GUERRY) کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے، "جہاں تک ریاستی سکولوں کا تعلق ہے تو یہ کسی فرقہ واریت کے تحت نہیں ہوں گے اور نہ ان کا کوئی خاص نام رکھا جائے گا، بلکہ یہ غیر جانبدار ہوں گے، نہ یہ مذہب کے حق میں بیان دیں گے اور نہ یہ مذہب کو مسترد کریں گے۔ آرچ بشپ نے کہا یہ قدم (LAICISM) کے اُلٹ ہے۔ کیونکہ یہ ایک فلسفیانہ (ہائی رصفہ ۵۵)